

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# اشارات

پہلے انتخاب تو سے دن کے اندر اندر — پھر حالات کی درستی اور احتساب کے لیے  
التوا — پھر اسلام کے نفاذ کے لیے مزید التوا — پھر یہ بحثا بحثی کہ نظامِ مملکت کیسا  
ہو؟ صدارتی یا پارلیمانی؟ انتخابات کس طریق پر ہوں؟ مغربی جمہوریت کے تحت یا اسلامی جمہوریت  
کے مطابق؟ ۱۹۶۲ء میں یا ۱۹۶۵ء میں؟ سلیکشن کی شکل میں یا الیکشن ہی کی صورت میں؟ اسلامی  
نظریاتی کونسل کی رپورٹ کے مطابق یا انصاری کمیشن کی سفارشات کے مطابق؟

لحکبھی لکھنے والی آدمی سخت کڑھتا ہے جب وہ دیکھتا ہے کہ کسی اہم معاملے میں اس کی محنت رائیگاں  
گئی۔ ایوب صاحب کے دور میں جب صدارتی نظام کا غلغلہ شروع ہوا تو راقم نے ایک مختصر کتاب  
”امریکا کا صدارتی نظام“ لکھ کر یہ واضح کیا کہ وہ نظام اپنے مخصوص فطری احوال میں پروان چڑھا  
اور پھر اس کے اندر تقسیم اختیارات اور اداروں میں ”مزاحمتوں اور تفرقات“ کے سبب ایسے  
پھیلے ہیں کہ ہمارے ملک کی ذہنی سطح اس کو برداشت نہیں کر سکتی، اور اگر اسے نافذ کر بھی  
دیا جائے تو ایک شاندار قسم کی جمہوریت نما آمریت وجود میں آسکتی ہے۔ اب اسے کون پڑھے اور کیوں پڑھے؟  
سے غالباً یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ اسلامی جمہوریت میں جمہوریت نہیں ہوتی۔ جو سلطان بن گیا بس وہ خداوند  
قرار پایا۔ کم سے کم بنو امیہ اور بنو عباس کے دور میں ایسا ہی سمجھا گیا اور اسی کے مطابق برتاؤ کیا گیا  
اور پھر اسی کے مطابق وہ دردناک نتائج بھگتتے پڑے جن سے ہماری تاریخ کے اوراق آج بھی  
لہو سے رنگین ہیں۔ اور ہماری جبینوں پر ذلت کے داغ لگے رہ گئے ہیں۔

گوگو اور بیس بیس کی یہ رستی اتنی دراز ہوتی چلی جا رہی ہے کہ کسی کے لیے اب یہ توقع کرنا محبت ہے کہ یہاں کبھی انتخابات ہوں گے اور ہوں گے تو کب ہوں گے نیز کس شان کے ہوں گے۔ مزید ستم یہ کہ اسلام پاکستانے والی حکومت تمام ان حقوق کو اس ملک میں یکے بعد دیگرے مسلسل ملیا میٹ کرتی جا رہی ہے جو اللہ کا طرف سے طے، رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب سے مستمہ اور بندگانِ خدا سے بالکل غیر منفق ہیں۔ کوئی پارلیمنٹ، کوئی وزیر، کوئی صدر اور کوئی محکمہ یا ادارہ ان میں سے کسی حق کو من مانے طریق پر ایک طرف سلب نہیں کر سکتا۔ نہ کوئی صاحب اقتدار کسی صاحب حق کو اپنے حق سے مبرومی کے خلاف عدالت سے رجوع کرنے سے روک سکتا ہے بلکہ کسی بڑی سے بڑی عدالت کا جج بھی بعض ذاتی صوابدید پر یا حکومت کو خوش کرنے کے لیے شریعت سے بے نیاز ہو کر اور غیر اسلامی عدالتی نظاموں کے نظائر کا سہارا لے کر، خدا و رسول کے خلاف فیصلہ دینے کا مجاز نہیں ہے۔

ان میں سے آزادی اظہار کا حق بے حد اہمیت رکھتا ہے، اسی طرح آزادی اجتماع کے حق کو سلب نہیں کیا جاسکتا۔ نہ کسی کو بلا ثبوت جرم گرفتار رکھا جاسکتا ہے۔ کسی کو نظر بند کرنے کے لیے واضح وجوہ ہونے چاہئیں، جنہیں کوئی شخص چاہے تو عدالت میں لے جاسکے۔ اسی طرح ایک اسلامی حکومت کا یہ بنیادی فریضہ ہے کہ اپنے عوام کو جان و مال، عزت اور آبرو کا تحفظ فراہم کرے۔ لیکن ہمارے ان یہ حقوق پامانی ہوتے چلے آ رہے ہیں اور ان کی پامالی مسلسل بڑھ رہی ہے۔ اور اس بارے میں خود حکام کی کاہرہ دگی انتہائی پست بلکہ شرمناک ہے۔ وہ جو اہم پیشہ لوگوں کے مقابلے میں بے بس ہو رہے ہیں۔

کیا یہ حالات بھائی جمہوریت اور انعقاد انتخابات اور نفاذ اسلام کے حالات ہیں۔

لہ پہلے بات کو ٹالنے ٹالتے معاملہ یہاں پہنچا تھا کہ کم سے کم صوبائی انتخابات اکتوبر ۱۹۸۴ء میں کرائے جائیں گے، آج (۲۰ فروری) کا تازہ اخباری نشر یہ بتاتا ہے کہ ہر دو سطل کے انتخابات مارچ ۱۹۸۵ء تک ہوں گے۔

اس گفتگو سے محضوٹر اسساہٹ کہ ہم یہ بھی ذکر کرنا چاہتے ہیں کہ اس دوران میں امریکہ بھی اپنا کوئی منصوبہ رکھتا ہے اور اسے عمل میں لانا چاہتا ہے۔

ترقی پذیر ممالک — خصوصاً مسلم ممالک کے متعلق اس کی پالیسی یہ ہے کہ ان کو سیاسی استحکام حاصل کرنے سے روکے جس پر ساری قوت اور ترقی کا دار و مدار اور عالمی اثر و رسوخ کا انحصار ہے۔ اس نے ایف ۱۶ اگرچہ ہمیں بھاری شرح سود پر قرض کے طور پر دیتے ہیں مگر اس "امداد" کی بھی وہ پوری قیمت وصول کرنا چاہتا ہے۔ میں مختلف ملکوں کے احوال کو رگنوا نہیں سکتا، مگر دنیا کے نقشے پر ایسی بے شمار شہادتیں موجود ہیں کہ آزاد مسلم ملکوں کو اس نے ایک خاص طرح بے بس کر رکھا ہے، اور کمزور مسلم ممالک اور مخلوط عیسائی اور مسلم آبادی والے ممالک میں (جہاں اکثریت مسلمانوں کی ہے) وہ مسلمانوں کے قتل عام اور ان کی تباہی اور سیاسی محرومی اور معاشی بد حالی کی پشت پناہی کر رہا ہے۔ نیز آسام اور بھارت کے دوسرے علاقوں میں مسلمانوں کی جو نسلی کشی ہو رہی ہے، اس پر اس نے بین الاقوامی اسٹیج سے بھی کبھی آواز بلند نہیں کی اور نہ کبھی آواز بلند کرنے والوں کی ہمت افزائی کی ہے۔ ادھر خصوصاً ایک تو ایران کے تلخ ترین تجربے کے بعد جہاں کے انقلاب نے اس کے ساتھ وہ سلوک کیا جیسے کسی سانپ کی گردن پکڑ کر اسے زمین پر مسلسل رگڑا جاتا ہے، دوسرے لبنان میں مسلمانوں کی تباہی کے لیے اسرائیلی اسلحہ و سپاہ کی بھاری اور وحشیانہ قوت پہلے ہی موجود تھی۔ امریکہ اپنی قوت بھی بڑے طنطنے سے اس کی پشت پناہی کے لیے لے کے پہنچا مگر رہی سہی عزت خاک میں مل گئی۔ اسرائیل کے بعد مصر کھلم کھلا کمپ ڈیوڈ سمجھوتے کے حلقے توڑ چکا ہے، لہذا اب امریکہ افغانیوں کو تھپکی اور خیرات دینے کے ساتھ ساتھ اس پر خوش ہے کہ دنیا کی ایک بہادر ترین اسلامی قوم اور اس کا وطن تباہی کا شکار ہو رہے ہیں۔ اور اس تباہ شدہ قوم کو ایک وقت وہ روس سے مل کر اس پر مجبور کر دے گا کہ اسلامیت کے موقف کو چھوڑ کر وہ ایک نیم لادین، نیم اشتراکی حکومت پر راضی ہو جائیں (خدا کرے کہ ایسا نہ ہو!)

ادھر دوسری طرف اس نے ہمیں ایف ۱۶ دے کر جو احسان عظیم فرمایا ہے۔ اس کا حساب برابر کرنے کے لیے وہ بھارت کو (جہاں روس نے پہلے ہی قسم قسم کے اسلحہ کے انبار لگا دیے ہیں)

ایف ۲۰ طیارے دے رہے ہیں، بلکہ ان کی ٹیکنالوجی بھی، تاکہ خود بھارت میں یہ طیارے تیار ہونے لگیں۔ اس سے ذرا اس دوستی اور نوازش کا اندازہ کیجیے جس سے ہمیں بہرہ مند فرمایا گیا ہے۔ وہ ہمارے مسلم قوم ہونے کی سزا ہمیں ضرور دے گا۔

اس وقت امریکہ اپنی صہیوتی ڈپلومیسی کے زیر اثر جو دوسری کارروائی کرنے کے درپے ہے، وہ یہ ہے کہ پاکستان کو سیاسی استحکام اور تسلسل سے محروم کر دے، معاشی ترقی اور ایٹمی خود کفالتی اسے حاصل نہ ہو، اس کے عوام اور حکمرانوں میں فاصلہ بڑھے، اس میں اسلام کے اُبھرنے کے امکانات اور ان کے محرکات کو کم کیا جائے، اور انتشار اور مایوسی کی ایسی فضا پیدا کر دی جائے (یہ کام خاصا ہو چکا ہے) کہ اوپر ہی اوپر کوئی ایسی تبدیلی لائی جاسکے جو پاکستان کو نہ ادھر کا چھوڑے، نہ ادھر کا بلے

اور یہاں پہلے یہ ہو ہی چکا تھا کہ تمام سیاسی پارٹیاں کا عدم، متعدد لیڈر نظر بند، بہت سے لیڈروں کے لیے ایک صوبے سے دوسرے صوبے میں داخلہ ممنوع، اخبار کی رگ ہائے گھلو پر نشتر، ان میں سے کسی سے کوئی گفتگو نہیں، کسی سے افہام و تفہیم نہیں اور اب تازہ قدم یہ اٹھایا گیا ہے کہ اسلامی رجحان کے طلبہ کی بڑھتی ہوئی قوت کو عالم بالا کے ذوق فریغ اسلام نے بڑے خطرے کی نظر سے دیکھا، اور اس اکثریتی عنصر کی قوت کو درس گاہوں میں ختم کرنے کے لیے بظاہر ساری یونینوں پر پابندی لگا دی۔ یہ پابندی مارشل لا کے ایک ایسے حکم سے لگائی گئی ہے جس کے تحت درس گاہوں کے پرنسپلوں اور وائس چانسلروں کو بھی مارشل لا ایڈمنسٹریٹروں

لے واضح رہے کہ امریکہ ہر زیر اثر ملک کے لیڈروں، جرنیلوں اور بیوروکریٹس میں کام کے آدمیوں کی ایک فہرست تیار رکھتا ہے اور جب ضرورت ہوتی ہے کسی کے کان میں سرگوشی کرنے کی راہیں نکال لیتا ہے، اعداد و شمار جمع کرتا ہے، مؤثر قوتوں کو دبانے کے لیے دلکش منصوبے تیار کرتا ہے۔ معاملہ افراد ہی کا نہیں، راجہ منورا اور ڈاکٹر افضل جیسے لوگوں کے پیچھے وہ گروہ ہے جو پہلے انگریز کا خود کا شتہ پورا تھا اور اب اس کی جڑیں اسرائیل اور امریکہ تک پہنچتی ہیں۔

جیسے اختیارات کے پستولوں سے مسلح کر دیا گیا ہے۔ افسوس کہ دنیا کے ایسے تجربات سے ہمارے بزرگ آشنا نہیں کہ جہاں تعلیم گاہوں میں اسلامی رجحان کے طلبہ کو دبا یا گیا ہے وہاں پھر لازماً لادین اور کمیونسٹ عناصر حکمران بن جاتے رہے ہیں۔ یہاں ابھی سے ”ڈسکوٹو انس“ کے ریکارڈ ہوسٹلوں میں اور مجالس میں بجنے شروع ہو گئے ہیں۔ اس سے پہلے ایک تجربہ مصر نے کیا تھا۔ اور اس کے نتائج بداً سے مہکتے پڑے۔ دوسرا تجربہ صدر نمیری صاحب کا تھا جو اُدھر کا سارا مزہ چکھ کر پھر اسی نتیجے پر پہنچے کہ طلبہ کی اسلامی قوت کا کارفرما ہونا ضروری ہے۔ کابل یونیورسٹی پر یہ تاریک دور گزر چکا ہے کہ وہاں کوئی مسلمان طالب علم نماز پڑھنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ آخر دو چار نوجوانوں نے خفیہ مشورے کے بعد آہستہ آہستہ زیر سطح کام کرنا شروع کیا، جس کے نتیجے میں پھر وہاں کمیونسٹوں کے لیے سر اٹھانے کا موقع ختم ہو گیا، تا آنکہ پھر ایک جہاد شروع ہو گئی۔

یقیناً یہاں امریکہ کی تمنائے مخفی کی تکمیل ہو گئی ہے کہ پہلے اسیاتے اسلام کی علمبردار جماعتیں زیرِ پابندی محض اور اب مسلم نوجوان قوت پر بھرپور وار کر دیا گیا ہے۔

طلباء کے خلاف اس اقدام نے ملک کے اندر اور باہر عالم اسلام میں اہل دین کو سخت مضطرب کر دیا ہے۔ آخر یہ اپنی قوم کے جگہ گوشے اور اس کی امیدوں کے مرکز ہیں۔ ان کی عظیم الشان خدمات ناقابلِ فراموش ہیں کہ انہوں نے نئے نئے ولے ساتھیوں کو اسلام کی دعوت دی، ان کو نماز

سے ہم یہ سوچتے رہے کہ کہیں حالات کا کوئی تدوینگر انتخابات کو ٹالنے کا بہانہ نہ بن جائے، کسی سیاسی تدوینگر کی وجہ سے دشمنوں میں گھرے ہوئے ملک کا نقصان نہ ہو اور کوئی غیر ملکی فہم نہ پھیل نہ سکے۔ اسے ہماری کمزوری سمجھ لیا گیا ہے اور اس کمزوری سے اب نا جائز فائدہ اٹھایا جانے لگا ہے۔

لے اتنے نمازی تو مارشل لا حکومت کے فرمانِ اقامتِ صلوٰۃ سے بھی پیدا نہ ہو سکے ہوں گے۔

اور اخلاق کا پابند کیا اور پھر لادین اور کمیونسٹ مفاد پرست منافقوں کو اپنی اکثریت سے اس طرح دبا دیا کہ وہ اکثر مقامات پر تیرہ تیرہ گروپوں سے مل کر انتخابی مقابلے میں اسلامی قوت سے شکست کھا گئے۔

ان پر اب جو وار ہوا ہے، ہم سب اور پوری قوم کے دل اس سے مجروح ہوئے ہیں۔ ان کا دکھ ہمارا دکھ ہے، ان کا کرب ہمارا کرب ہے۔ یہ تو ناقابلِ برداشت ہے کہ ان کے ساتھ جو بھی ذلیل سے ذلیل سلوک روا رکھا جائے اس پر کسی طرف کوئی احساسِ کرب ہی نمودار نہ ہو۔

یہ قدرتی بات تھی کہ ایک وسیع نوجوان قوت کو آپ اچانک پوری طرح بلیا میٹ کرنے کا اقدام کریں تو اس پر بے اختیارانہ رد عمل نہ ہو۔ یہ کیسے فرض کیا گیا کہ ہر طرف سے نوجوانوں کی قطاریں سر جھکا کر آئنا و صدقنا کہ دیں اور جشن منائیں یا ستائنا چھپا یا رہے۔ حکام چاہتے تو اس فطری رد عمل کا لحاظ کرتے ہوئے قدرے نرمی اور ملاحظت سے کام لیتے اور کچھ لوگوں کے لیے ممکن ہوتا کہ وہ ان کو صبر و ضبط کی تلقین کرتے۔ مگر ابتداء ہی سے نہایت سخت گیری سے کام لیا گیا۔ جس کو چالاک پکڑا اور جسے چالاک یونیورسٹی یا کالج سے نکال دیا۔ اور اس مہم میں بڑی پھرتی اور تیزی دکھائی گئی۔ بلکہ ایسی صورتیں بھی علم میں آئیں کہ اُوپر سے کچھ طلباء کے نام لے کر پرنسپلوں کو کہا گیا کہ ان کو نکالو یا رپورٹ کر کے گرفتار کراؤ۔ اکا دکا مثال ایسی بھی ہے کہ کسی پرنسپل نے اُوپر والوں سے کہا کہ ان لڑکوں کا کوئی جرم ہی نہیں اور انہوں نے کوئی ایسی کارروائی ہی نہیں کی جس پر میں اقدام کروں تو اُسے کہا گیا کہ اچھا پھر گریڈ اور سکیل کے لحاظ سے ایک درجہ نیچے جانا ہوگا۔ اس باضمیر نے اس کو قبول کر لیا۔

پکڑ دھکڑ ہوا ہی کرتی ہے، مگر اس میں ایک نوجرم کرنے اور نہ کرنے والوں میں فرق کیا جانا لازم ہے، دوسرے اگر پولیس کسی جرم میں جس نوجوان کو لے جائے، چاہیے کہ اس کا ریکارڈ کسی عدالت کے سامنے پیش کرے اور اُسے قانون کے مطابق سزا دلوائے۔ مگر یہاں تو یہ حال ہوا ہے کہ متخالیوں اور حوالوں میں لے جا کر طلبہ کو نشانہ عقوبت بنا یا گیا ہے۔ معاملہ یہیں ختم نہیں ہوتا بلکہ گوجرانوالہ میں ایک لڑکے کو ننگا کر کے اس کے موٹے زہار کو دیا سلائیوں سے

جلایا گیا اور اس کی پیشین ساحتہ کے کمرے میں بٹھتے ہوئے حوالہ تیوں نے سُنیں۔ پھر زیر تفتیش برہمنوں سے کہا گیا کہ کوئی ہے جو چل کر اس کے ساتھ حرکتِ شنیعہ کا ارتکاب کرے۔ اس پر سب نے انکار کیا تو پولیس والوں نے کہا کہ اچھا اس دَنیک کام کا انتظام بھی ہم کو خود ہی کرنا ہوگا۔ یہ ہیں نفاذِ قانون اور لوگوں کے جان و مال و آبرو کے محافظ جن کی حرکاتِ خدا کے غضب کو بھڑکانے کا ذریعہ بن سکتی ہیں۔ کیا ایسے انبارِ غلاظت کے ہونے ہوئے اس پر اسلام کا بڑا لگانا سبنا ہے؟ کیا ایسے کارندوں کا نوٹس لینے والا کوئی ہے؟ کیا انہیں شریعت کے مطابق سزا دینے کی قوت مارشل لا کے بازوؤں میں ہے۔

کیا تم لوگ آنکھوں سے دیکھ نہیں رہے کہ تمہارے شمال اور جنوب میں دو قوتیں قدرت نے ایسی کھڑی کر رکھی ہیں کہ اگر وہ تمہارے کرتوتوں کی وجہ سے انہیں ڈھیل دے دے تو نہ عہدے رہیں گے، نہ عمارتیں اور نہ دولت کے انبار۔ پھر کیا تم ڈرتے نہیں! کیا اس وقت تم کو ڈاکٹرِ افضل پناہ دے گا؟

یہ سارے احوال ڈاکٹرِ افضل کے پیدا کردہ ہیں، خدا را قوم کو اس سے نجات دلوائیے۔ جو وجودہ بے بسی کی حالت میں میرے دل سے بے اختیار یہ دُعا اٹھتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے ناپاک لوگوں سے اس ملک کو پاک کرے، اس طرح کی حرکات کے جو مرتکب ہوں اور ان حرکات کی ذمہ داری جہاں جہاں تک جس جس درجے میں جاتی ہو ایسے تمام لوگوں کو ان کے حقے کے مطابق اللہ تعالیٰ اپنی گرفت میں لے کر دنیا میں بھی سامانِ عبرت بنائے اور آخرت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شناخت سے محروم رکھے۔ میں چاہتا ہوں کہ ایک دن میں اپنے گھر کے تمام لوگوں سے کہوں کہ وہ نوافل ادا کر کے اور قرآن پڑھ کر یہی دُعا مانگیں، بلکہ ملک بھر میں جو اسلام پسند گھرانے موجود ہیں ان سب میں ایسا ایک دن منایا جانا چاہیے۔

یہ دُعا بھی کیجیے کہ خدا ڈاکٹرِ افضل سے اور اس کے مشورے سے نافذ شدہ مارشل لا آرڈر سے قوم کو نجات دلائے۔

طلبہ کی یونینوں کو ختم کرنے کے بعد میرا خیال ہے کہ ٹریڈ یونینوں کو بھی ختم کر دیا جائے گا اور